بسم الله الرحمن الرحیم

حدیث غدیر

ولایت کا جاوداں منشور

مؤلف:

محمد تقی رہبر

مترجم:

عبدالستار شیخ

کتاب کا نام: حدیث غدیر، ولایت کا جاوداں منشور
مؤلف: محمد تقی رہبر
مترجم: عبدالستار شیخ
مصحح: سید اصغر علی کاظمی
نظر ثانی: سید مبین حیدر رضوی
پبلشر: موسسہ فرہنگی ہنری مشعر
ایڈیشن: فروری ۲۰۱۵ء
تعداد:
قیمت:

مشعر کے ہول سیلرز:
تہران: ٹیلیفون نمبر: ۶۴۵۱۲۰۰۳ ـ ۰۲۱
قم: ٹیلیفون نمبر: ۳۷۸۳۸۴۰۰ ـ ۰۲۵

فہرست

تمہید ۷
حدیث دار ۹
حدیث منزلت ۱۱
حدیث غدیر ۱۳
حدیث غدیر کا متن: ۱۵
آیت تبلیغ اور ولایت کا مسئلہ: ۱۶
ولایت کے ذریعہ دین کی تکمیل: ۱۸
حدیث غدیر کا روشن پیغام: ۲۱
حق کو چھپانا اور تاریخ میں تحریف کرنا: ۲۲
تاریخ نگاری کا فریب: ۲۶
داستان بریدہ میں تحریف: ۲۷
ولایت، قرآن کی نظر میں: ۲۹
مولا اور ولایت کا مفہوم: ۳۳
بے بنیاد اعتراضات: ۳۸

قرآن سے ولایت کے بارے میں ایک اور دلیل:..... ۴۰

اس آیت میں چند توجہ طلب نکات ہیں:............ ۴۰

قرآن میں "اولی الامر" کی ولایت:.................. ۴۲

حدیث متواتر ”ثقلین“:................................ ۴۵

ایک اور مغالطہ: ۴٦

تمہید

گذشتہ دنوں سعودی عرب کے ایک پبلشر ادارے کی طرف سے "غدیر خم کا واقعہ اور ولایت سے اس کا تعلق" کے عنوان سے ایک تحریر فارسی زبان میں شائع ہوئی اور ایرانی زائرین کے درمیان تقسیم کی گئی۔ زائرین کے درمیان تقسیم ہونے والی اس تحریر میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ غدیر خم کے واقعے اور حدیث ولایت کو (جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے دو عظیم مینارے ہیں اور جس کا ابلاغ غدیر کے عظیم اور تاریخی موقع پر دعوت اور تکمیل رسالت کے ایک اہم رکن کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خداوند تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے خانہ خدا کی زیارت کے لئے آنے والے ایک لاکھ سے زائد[1] زائرین کے سامنے کیا) اس کا اصلی مقصد یعنی امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت سے ہٹا کر ایک انتہائی محدود اور چھوٹے واقعے سے ملا دیا جائے۔ تاکہ اس طرح سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کئے جا سکیں۔

ہماری اس تحریر کا مقصد حدیث غدیر خم اور ولایت کے کلیدی مسئلے سے متعلق اہم پیغام کا جائزہ لے کر نوجوانوں بالخصوص ان نوجوانوں کو

---

[1] ابن جوزی نے، جن کا تعلق اہل سنت کے مورخین سے ہے، غدیر خم کے موقع پر جمع ہونے والے لوگوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بتائی ہے. بحار الانوار، ج ۳۷، ص ۱۵۰.

دعوت فکر دینا ہے جو حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں، تاکہ اس طرح اس عرب مصنف کا جھوٹ کھُل کر سامنے آئے۔ یہ مقالہ اُس تحریر کا ایک مختصر جواب ہے۔

ہمارا مقصد ان تحریروں کا سیاسی جائزہ لینا ہر گز نہیں ہے جو زائرین خانہ خدا کے درمیان تقسیم ہوتی ہیں اور وہابیوں کی کوشش ہوتی ہے کہ ان تحریروں سے وہ اپنے خاص اہداف و مقاصد تک رسائی حاصل کر کے مشکوک تحریکوں کے ذریعے لوگوں کے مسلم دینی عقائد اور تاریخی حقائق کے ساتھ کھیلنے کی کوشش کریں۔ لیکن مسئلے کا یہ رخ بھی اپنی جگہ پوری توجہ کا طالب ہے۔ دراصل ایسی انحرافی، گمراہ کرنے والی اور خاص اہداف و مقاصد کی حامل تبلیغات سے جہاں ایک طرف تہذیب ولایت کے پھیلاؤ، حقیقت کے متلاشی افکار، اہل بیت علیہم السلام کے اعلی مکتب، جدید دور میں خالص محمدی اسلام اور آزاد منش مسلمانوں اور حقیقت کے متلاشی لوگوں کے درمیان مذہب تشیع کی مقبولیت کے مخالف اس خطرناک گروہ کی شرمناک حرکات سامنے آتی ہیں، وہیں دوسری طرف یہ تبلیغات اجنبیوں کی سیاسیت کے اثرات اور اختلافات اور تعصّبات کو جنم دیتی ہیں جو اسلام دشمنی اور استکبار جیسے خطرناک نتائج پر منتج ہوتے ہیں۔ بہرحال اس تحریر کا اصل مقصد تاریخ نویسوں کی بعض فریب کاریوں اور وہابیوں کی تبلیغات سے پردہ اٹھانا اور علوی ولایت اور خلافت کا دفاع کرنا ہے۔

وہی علوی خلافت و ولایت جس کا ابلاغ پیغمبر اکرمؐ نے آیت (یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ

يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ)[۱]، کے نزول اور خداوند تعالیٰ کے حکم کے پیش نظر کیا اور جس کے ابلاغ کے بغیر ان کی رسالت ناقص اور دعوت ناتمام رہ جاتی۔

غدیر کے واقعے اور اس کے بارے میں آیات و روایات کے ذکر سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ امیر المومنینؑ کی ولایت اور خلافت کا اعلان صرف غدیر خم کے موقع پر نہیں ہوا بلکہ آپؑ اسلام کے ابتدائی برسوں اور کی علنی دعوتوں کے زمانے ہی سے رسول خداؐ کی توجہ کا مرکز و محور تھے۔

حدیث دار

"حدیث دار" ولایت کے بارے میں وہ سب سے پہلا واقعہ ہے جس کا ذکر شیعہ اور سنی کتب روایات اور تاریخ میں آیا ہے۔

واقعے کا خلاصہ: جب آیہ (وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الأَقْرَبِينَ) نازل ہوئی تو رسول اللہؐ کے حکم کے مطابق حضرت عبدالمطلب کے بیٹوں، جن کی تعداد چالیس یا پینتالیس تھی، کی دعوت کی گئی۔ ان کے لئے کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ کھانے کے بعد جیسے ہی پیغمبرؐ اسلام نے کچھ کہنا چاہا، ابولہب نے جلسے کے اختتام کا اعلان کر دیا اور لوگ واپس چلے گئے۔ دوسرے دن پھر ان کی دعوت اور خاطر تواضع کی گئی۔

---

[۱] المائدہ، ٦٧

اسلام اب پیغمبرؐ نے فرمایا: اے عبدالمطلب کے بیٹو! خدا نے تمام لوگوں کے لئے مجھے پیغمبرؐ بنا کر بھیجا ہے، خاص طور پر تم لوگوں کے لئے، اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے: "اور اے پیغمبرؐ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔

" اب میں تمہیں دو باتوں کی دعوت دیتا ہوں جو کہنے میں آسان اور کرنے میں مشکل ہیں اور وہ **(دو باتیں)** خدا کی یکتائی اور میری رسالت کا اقرار ہے۔ اب **(بتاؤ)** تم میں سے کون اس حکم کا جواب دے گا اور میری مدد کرے گا؟ اس وقت علی ابن ابوطالب علیہ السلام نے جو عمر کے لحاظ سے وہاں موجود سبھی لوگوں سے چھوٹے تھے، (اٹھ کر) جواب دیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں! کسی اور نے کوئی جواب نہ دیا۔ پیغمبر اسلامؐ نے پھر اپنی بات دہرائی: "تم میں سے کون میری دعوت قبول کرکے میرا بھائی، وزیر، وارث اور خلیفہ بنے گا"؟ اس دفعہ بھی علیؑ کے علاوہ کسی اور نے جواب نہیں دیا۔

اس کے بعد پیغمبرؐ نے فرمایا:

"اجلس فانت اخی و وزیری و وصیی و وارثی و خلیفتی بعدی"[۱]

بیٹھو! تم میرے بھائی وزیر وصی وارث اور میرے بعد خلیفہ ہو!۔ اس طرح امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت کا اعلان پیغمبر اسلامؐ

---

[۱] السیرۃ الحلبیہ، ج۱، ص ۳۱۲، پبلکیشنز قاہرہ ۱۳۸۲ ہجری؛ علامہ عسکری، معالم المدرستین، ج۱، ص ۱۳۶، تاریخ طبری سے منقول، ابن عساکر، تاریخ ابن اثیر، شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، کنزالعمال.

نے دعوت کے ابتدائی دنوں ہی میں انتہائی وضاحت کے ساتھ فرمایا اور ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ اسلام جو کچھ کہتے یا کرتے ہیں وہ خدا کے حکم سے ہوتا ہے اور اپنی طرف سے کبھی کچھ نہیں کہتے: "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى"[1]

حدیث منزلت

حضرت علیؑ کی جانشینی کے بارے میں پیغمبر اسلامؐ نے غزوہ تبوک کے موقع پر صادر فرمایا۔ اس موقع پر آپؐ نے امام علیؑ کو مسلمانوں اور اپنے خاندان کا سرپرست مقرر کیا اور خود مدینے سے سفر کیا۔ ایک سازش کے تحت کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اصل میں پیغمبرؐ اسلام علیؑ کو اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تھے (علیؑ کو ناپسند کرنے کی وجہ سے!) امام علیؑ پیغمبرؐ کے پاس آئے اور عرض کیا: "یا رسول اللہؐ! آپ نے مجھے بچوں اور عورتوں کی نگہبانی پر مامور فرمایا، لیکن لوگ کہتے ہیں: پیغمبرؐ نہیں چاہتے تھے کہ علیؑ کو اپنے ساتھ لے جائیں! پیغمبر اسلامؐ نے جواب میں فرمایا:

الا ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی[2]

---

[1] ۱۔ سورہ نجم، آیت نمبر ۳.

[2] ۲۔ ارشاد مفید، ص ۱۷، صحیح بخاری، ج ۵، ص ۱۲۹، مسند ابی داود، حلیہ الاولیاء، مسند احمد، طبقات ابن سعد، خصائص نسائی، ص ۸۳، صواعق، ص ۳۵۴ اور ۷۳، الاصابة، حدیث ۳۶۳۹۵ وغیرہ. نک، معالم المدرستین، ج ۱، ص ۱۴۲ — ۱۴۳

"کیا تم خوش نہیں ہو کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسی کے لئے تھے، اس فرق کے ساتھ کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا"۔ یہ روایت جس کا ذکر شیعہ اور سنی مورخین اور علم حدیث کے ماہرین نے کیا ہے، حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی ایک اور دلیل ہے۔

حضرت علیؑ کی امامت اور سیادت کا ذکر کئی مقامات پر مختلف الفاظ میں ہوا ہے۔ حافظ ابونعیم اور دیگر لوگوں نے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: ایک دن علیؑ پیغمبرؐ کی خدمت میں پہنچے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مرحبا بسیّد المسلمین و امام المتقین"[1]

ترجمہ: "خوش آمدید! اے مسلمانوں کے آقا اور پرہیز گاروں کے پیشوا!"

ابن عباس کہتے ہیں:

"انّ النبی قال لعلی انت ولی کل مومن بعدی"[2]

ترجمہ: پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ سے فرمایا: تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہوگے۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی مدینے سے باہر جاتے تھے اصحاب میں سے کسی کو اپنی جگہ لوگوں کے امور کی تکمیل اور انجام دہی کے لئے مقرر فرماتے تھے تاکہ مسلمان آپؐ کی غیر

---

[1] علامہ امینی، الغدیر، ج ا، ص ۳۹۴، حلیۃ الاولیاء سے منقول.

[2] معالم المدرستین، ج ا، ص ۱۴۷، مسند الطیالسی سے منقول، ج ۱۱، ص ۳۶۰.

موجودگی میں بے سرپرست نہ رہیں۔[1] تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ رسول اللہ ﷺ اسلام جیسے نئے متعارف ہونے والے دین کو کسی معلم کے بغیر، خدا کی کتاب کو کسی مفسر کے بغیر اور اسلامی معاشرے کو کسی سرپرست کے بغیر ہی چھوڑ دیتے؟ وہ بھی کفار، منافقین اور دوسرے دشمنوں کے ان تمام فتنوں اور سازشوں کے ہوتے ہوئے جن کی خبر خود رسول اللہ ﷺ نے دی تھی:

"میرے بعد تاریک رات کے حصوں کے مانند فتنے جنم لیں گے، اس وقت تم لوگوں کے چاہیے کہ اور میری عترت سے جڑے رہو تاکہ گمراہ نہ ہونے پاؤ۔"

اسی لئے حضور اکرمؐ نے دعوت کے آغاز یعنی حدیث دار کے بیان سے لے کر واقعہ غدیر تک، جو آپؐ کی زندگی کے آخری سال میں رونما ہوا، اپنے بعد اپنی امت کی رہبری کا مسئلہ حل کر دیا اور ہر موقع پر اس کام کی انجام دہی کے لئے امام علی علیہ السلام کا نام لیا تاکہ آنحضرتؐ کے بعد آپؐ کی امت امام کے بغیر اور معاشرہ سرپرست کے بغیر نہ رہ جائے اور رہبر سے متعلق کسی کے ذہن میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔

حدیث غدیر

اس حدیث شریف کا مطالعہ دو زاویوں (سند اور متن) سے ممکن ہے:

---

[1] معالم المدرستین، ج۱، ص ۱۳۸ سے ۱۴۲ تک۔

الف) سند: پیغمبر اسلامؐ کے اصحاب، تابعین (وہ لوگ جنہوں نے اصحاب کو دیکھا اور ان کی پیروی کی)، ماہرین حدیث اور مورخین میں سے ایک بڑی تعداد نے یہ روایت نقل کی ہے، جن میں سے چند کے اسماء یہاں پیش کئے جارہے ہیں:

صحابی راویوں میں ابی بن کعب انصاری، ابو لیلیٰ انصاری، ابو فضالہ انصاری، ابو ہریرہ الدوسی، اسامہ بن زید، ابوالہیثم بن تیہان، ابو رافع قبطی، ابوبکر ابی قحافہ، اسعد بن زرارہ، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریک حیات ام سلمہ، اسماء بنت عمیس، ام ہانی بنت ابوطالب، براء بن عازب، جابر بن عبداللہ انصاری، جابر بن سمرہ، ابوذر غفاری، حذیفہ بن یمان، زبیر بن عوام، زید بن ارقم، سعد بن ابی وقاص، سعد بن عبادہ انصاری، طلحہ بن عبیداللہ، عباس بن عبدالمطلب وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں۔

مرحوم علامہ امینی نے پیغمبر اسلامؐ کے اصحاب میں سے ۱۱۰ مردوں اور عورتوں کے نام تحریر کئے ہیں جنہوں نے حدیث غدیر روایت کی ہے۔ اسی طرح ۸۴ تابعین کے نام گنوائے ہیں جنہوں نے مذکورہ حدیث نقل کی ہے۔[1] انہوں نے علماء اور روایت کرنے والوں میں سے ۳۶۰ کے نام لئے ہیں جنہوں نے دوسری ہجری سے چودھویں ہجری تک اپنی روایات، تاریخ اور ادب کی کتابوں میں حدیث غدیر کا بیان مکمل سند کے ساتھ پیش کیا ہے۔[2] اس کے علاوہ انہوں نے غدیر خم اور

---

[1] ۱۔ الغدیر، ج ۱، ص ۱۴ سے ۷۲ تک

[2] ۲۔ ایضاً، ج ۱، ص ۷۳ سے ۱۵۰ تک

ولایت کے بارے میں کتابوں کے مولفین میں سے ۲۶ کے نام لکھے ہیں۔ اہل سنت کے وہ علماء جنہوں نے غدیر اور ولایت کے بارے میں کتابیں تحریر کی ہیں محمد بن جریر طبری، ابن عقدہ، دار قطنی، ابن عضائری، کراجکی اور ذہنی حسکانی وغیرہ ہیں۔

یہ کوئی مبالغہ نہیں اگر ہم کہیں کہ کسی حدیث کے اتنے راوی نہیں جتنے حدیث غدیر کے ہیں۔ اسلامی دانشوروں میں سے ابن جوزی کے بقول: " حدیث غدیر پر تمام اسلامی سیرت نگاروں اور ماہرین حدیث کو اتفاق ہے[۱]۔

جس پر پیغمبرؐ کے اپنے زمانے سے لیکر آج تک سینکڑوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں جن میں سب سے مستند اور جامع کتاب علامہ امینی کی گیارہ جلدوں پر مشتمل "الغدیر" ہے جس میں جگہ جگہ اہل سنت کی کتابوں سے سند پیش کی گئی ہے۔

ب: حدیث غدیر کا متن:

تمام شیعہ اور سنی مورخین اور حدیث کے ماہرین نے اپنی کتابوں میں حدیث غدیر کا ذکر کیا ہے۔ ہر چند بعض مقامات پر ان کے متن میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حدیث کے ماہرین میں سے بعض نے پورے واقعہ کا بیان جبکہ چند ایک نے واقعے کے ایک حصے کا ذکر کیا ہے، لیکن حدیث کے اس حصے پر جہاں علی علیہ السلام کی ولایت کی بات آئی ہے، سب کا اتفاق ہے۔

---

[۱] بحار الانوار، ج ۳۷، ص ۱۵۰

شیعہ محدثین (علم حدیث کے ماہرین) میں سے طبرسی نے "احتجاج"، سید بن طاووس نے "الیقین" اور "التحصین" اور اپنی دیگر تالیفات میں غدیر خم کے تمام واقعے کو امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے جو ایک تفصیلی خطبے کی صورت میں ہے۔ اس بناء پر غدیر کے دن رسول اللہؐ کے خطبے کو **"رسالت کے جاوداں منشور"** کا نام دیا جاسکتا ہے کیونکہ حضورؐ نے اس عظیم اجتماع میں امت مسلمہ کے مستقبل سے متعلق نہایت اہم مطالب بیان فرمائے اور ان مطالب کے اصل مرکز و محور حضرت علی ابن ابی طالبؑ اور ان کے بیٹے تھے۔

دیگر مورخین اور علم حدیث کے ماہرین نے بھی غدیر کے تاریخی خطبے خصوصاً اس حصے کا ذکر کیا ہے جس میں امام علی علیہ السلام کی ولایت کو بیان کیا گیا ہے۔ ہم یہاں چند ایک کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

آیت تبلیغ اور ولایت کا مسئلہ :

تیسری صدی ہجری کے معروف مورخ ابو جعفر محمد بن جریر طبری زید بن ارقم سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب حضورؐ حجۃالوداع سے واپس لوٹ رہے تھے تو غدیر خم کے مقام پر ٹھہر گئے۔ نماز ظہر کا وقت تھا اور شدید گرمی پڑ رہی تھی۔ حضورؐ کے حکم سے تعمیل میں خیمے لگائے گئے اور نماز جماعت کی صدا لگائی گئی۔ ہم جمع ہوئے، اس کے بعد حضورؐ نے نہایت بلیغ خطبہ پڑھتے ہوئے ارشاد فرمایا: خداوند تعالی نے (یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ وَإِنْ لَمْ

تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ)[۱] کی آیت نازل فرمائی یعنی اے پیغمبر! آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا بیشک اللہ کافروں کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔

جبرئیل نے مجھے خدا کی طرف سے یہ حکم دیا کہ میں اس جگہ قیام کروں اور ہر گورے اور کالے کو اس بات سے آگاہ کروں کہ علی علیہ السلام میرے بھائی، وصی، خلیفہ اور میرے بعد امام ہیں۔ میں نے جبرئیل سے چاہا کہ میرا خدا مجھے معاف رکھے کیونکہ پرہیزگاروں کی تعداد کم اور مجھے آزار دینے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔

لیکن خداوند عالم راضی نہیں تھا سوائے اس کے کہ میں علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہونے والی باتوں کا ابلاغ کروں۔

پس اے لوگو! یہ جان لو کہ خدا نے انہیں (حضرت علیؑ کو) تمہارا ولی اور امام مقرر کر دیا ہے۔ اور ان (حضرت علیؑ) کی اطاعت سب پر لازمی قرار دی ہے۔ اس کا حکم لازم الاجرا اور نافذ ہے۔ جو ان کی مخالفت کرے گا ملعون قرار پائے گا اور جو ان کی (حق پر ہونے کی) تصدیق کرے گا اس پر خدا کی رحمت نازل ہوگی۔

سنو اور عمل کرو، خداوند تمہارا مولا اور علی علیہ السلام تمہارے امام ہیں۔ اس کے بعد قیامت تک حضرت علی علیہ السلام کی نسل سے میرے اولاد میں جاری و ساری رہے گا ... پھر رسول خداؐ نے اپنی امت

---

[۱] المائدہ ۶۷

کو قرآن سے متمسک رہنے کا حکم دیا اور امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کی تاکید فرمائی، پھر فرمایا: خدا نے علی علیہ السلام کی ولایت مجھ پر نازل فرمائی جس کا میں نے ابلاغ کیا اور اس بات کی وضاحت کر دی کہ میرے بعد لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ اس (علی علیہ السلام) کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں۔ پھر آپ ؐ نے علی علیہ السلام کا ہاتھ اٹھایا اور فرمایا: "معاشر الناس ہذا اخی ووصیی وواعی علمی وخلیفتی علی من آمن بی وعلی تفسیر کتاب ربی" یعنی اے لوگو! یہ میرے بھائی وصی میرے علم کا گنجینہ اور میرے اخلیفہ ہین ان لوگوں کے لئے جو مجھ پر ایمان لائے، وہ اور یہ خدا کی کتاب **(قرآن)** کی تفسیر کریں گے۔

پھر فرمایا: "اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ والعن من انکرہ واغضب علی من جحد حقہ..."[1]

ولایت کے ذریعہ دین کی تکمیل:

اس طرح کی روایتوں کا تذکرہ مختلف لفظی اور معنوی تواتر کے ساتھ شیعہ اور سنی کتب میں ہوا ہے اور یہ حجت الوداع کے موقع پر

---

[1] الغدیر، ج ا، ص ۲۱۴ سے ۲۱۶ تک، کتاب "الولایۃ فی طرق حدیث الغیر" سے منقول، بحار الانوار، ج ۳۷، ص ۱۵۵ واحدی سے اسباب النزول اور تفسیر ثعالبی، تفسیر ابن جریح، تفسیر عیاش وغیرہ... ابن بطریق حلی اپنی کتاب "عمدۃ عیون صحاح الاخبار"، ص ۱۵۷ پر یحییٰ بن حسن سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ طبری نے اپنی کتاب "الولایۃ" میں ۷۵ طریقوں اور سلسلہ سند سے حدیث غدیر نقل کی ہے. نیز احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ نے اپنی کتاب میں حدیث غدیر کو ۱۰۵ طریقوں اور اسناد سے پیش کیا ہے.

حضورؐ کے مفصل تاریخی خطبے کا ایک جزو ہے۔ جب رسول خداؐ نے اپنی رسالت مکمل کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین اور محدثین عقیدہ رکھتے ہیں کہ آیہ:

"الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا"[1]

امیر المومنین حضرت علیؑ کی ولایت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ عقیدہ رکھنے والے مفسرین اور علم حدیث کے ماہرین میں حافظ ابن ابی حاتم رازی جن کی وفات حضورؐ کے مشہور صحابی ابوسعید خدری کے بقول ۳۲۷ میں واقع ہوئی، ابو عبداللہ محاملی جن کی وفات ابن عباس کے کہنے کے مطابق ۳۳۰ میں واقع ہوئی، حافظ ابوبکر فارسی متوفی ۴۰۷، حافظ ابن مردویہ متوفی ۴۱۶، ابواسحاق ثعلبی نیشاپوری متوفی ۴۲۷، ابوالحسن واحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸، ابوسعید سجستانی متوفی ۴۷۷، ابونعیم اصفہانی اور کئی دوسرے[2] مفسرین اور محدثین کے نام شامل ہیں جو سنی علماء ہونے کے باوجود اس بات پر شیعہ علماء کے ساتھ اتفاق رائے رکھتے ھیں۔ اکثر روایات میں ہے کہ: جب رسول اللہ ﷺ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ہاتھ بلند کر چکے تو ایک لاکھ لوگوں کے مجمع کے سامنے یوں دعا فرمائی:

"اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ والعن من انکرہ واغضب علی من جحد حقہ..."

---

[1] سورہ مائدہ، آیت نمبر ۳.

[2] الغدیر، ج ۱، ص ۲۱۴ سے ۲۲۹ تک؛ بحار الانوار، ج ۳۷، ص ۱۵۷ اور ۱۵۸

ترجمہ: علی علیہ السلام کے چاہنے والوں کو دوست رکھ اور اس کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھ۔

پھر مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ علیؑ کی ولایت اقرار کرنے کے لئے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلیں اور اس تاریخی دن اور آسمانی پیغام کو اپنے ہم وطنوں تک پہنچائیں۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے لوگوں میں عمر بن خطاب بھی شامل تھے، جنھوں نے کہا:

”بخ بخ لک یا بن ابی طالب اصحبت مولای...“

یا اس طرح کہا:

”ھنیئاً لک یا بن ابی طالب اصحبت مولای و مولا کل مومن و مومنۃ“

یعنی: تمھیں یہ مقام مبارک ہو، اب سے تم میرے اور ہر مومن مرد اور عورت کے مولا ہو۔[۱]

تاریخی کتابوں میں ہے کہ پیغمبرؐ کی شان میں شعر کہنے والے حسان بن ثابت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ اس اہم تاریخی واقعے کو شعر مین نظم کریں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت عطا فرمائی اور حسان بن ثابت نے درج ذیل شعر کہے:

ینادیھم یوم الغدیر نبیھم بخم و اسمع بالنبی منادیا
یقول فمن مولاکم و ولیکم فقالوا و لم یبدوا ھناک التعامیا

---

[۱] فخر الدین رازی، تفسیر کبیر، ج ۱۲، ص ۴۹ اور ۵۰، ابن عباس، براء ابن عازب اور محمد بن علی سے؛ الغدیر، ج ۱، ص ۲۱۹؛ بحار الانوار، ج ۳۷، ص ۱۵۹.

الھل مولانا و انت ولینا   و لم تر منافی الولایۃ عاصیا
فقال لہ قم یا علی فاننی   رضیتک من بعدی اماماً وھادیاً
فمن کنت مولاہ فھذا ولیہ   فکونوا لہ اتباع صدق موالیا
ھناک دعا اللھم وال ولیہ   وکن للذی عادی علیاً معادیاً[1]

ترجمہ: پیغمبر اسلامؐ نے غدیر خم کے دن انہیں صدا دی، لو سنو پیغمبرؐ کی صدا کو! وہ فرماتے ہیں:

تمہارا مولا اور ولی کون ہے؟ اور انہوں نے پوری بصیرت اور آگاہی کے ساتھ جواب دیا: آپؐ کا خدا ہمارا مولا اور آپؐ ہمارے ولی ہیں اور آپؐ ہمیں ولایت کے سلسلہ میں نافرمانی کرنے والوں میں سے نہیں پائیں گے۔ پھر فرمایا: اے علیؑ اٹھئے کہ میں نے تمہیں اپنے بعد امام اور رہبر مقرر کر دیا ہے۔ پس جس کا میں ولی اور حاکم ہوں، اس کے علیؑ ولی ہیں اور تمہیں سچے دل سے ان کی پیروی کرنی چاہیے اور ان کی مدد کرنی چاہیے۔ اس کے بعد پیغمبرؐ نے دعا فرمائی: (اے خدا! تو علیؑ کے چاہنے والوں کو دوست رکھ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھ)۔

حدیث غدیر کا روشن پیغام:

اس قدر شان و شوکت سے لبریز حدیث غدیر کے لئے لازمی تھا کہ اس کا ابلاغ رسالت الہی کے ایک انتہائی اہم پیغام کی صورت میں ہوتا۔ ایک ایسے پیغام کی صورت میں جس کے ابلاغ کے بغیر بقول قرآن دین نامکمل اور رسالت ناقص ہی رہ جاتی۔ "آیہ تبلیغ" اور "آیہ اکمال دین"

---

[1] ۔ حافظ ابن مردویہ ابن عباس سے، الغدیر، ج ۱، ص ۲۱۷ اور بحار الانوار، ج ۳۷، ص ۱۵۰

اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ اس مطلب میں پوشیدہ راز یہ ہے کہ اگر دین کی رہنمائی کا کام خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف سے انتخاب کردہ امام معصوم علیہ السلام انجام نہ دیں تو دین اپنے اصلی اہداف و مقاصد کو کھو بیٹھے گا اور بدعت، تحریفات اور نفاق کی وجہ سے آخر کار نابود ہو کر رہ جائے گا۔ تاریخ کے صفحات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ بنی امیہ اور بنی مروان نے اپنے دور حکومت میں اسلام کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

ایسے عالم میں اگر آئمہ معصومینؑ کی خالص علمی اور معنوی رہنمائی (ہر چند انہیں سیاسی اور معاشرتی ذمہ داریاں نبھانے سے روکا گیا) شامل حال نہ ہوتی تو آج دین اسلام کا کہیں نام و نشان نہ ہوتا۔ انصاف سے کام لینے والے تاریخ نگاروں اور علماء نے اسلام کے اصول کے تحفظ خصوصا علمی اور معنوی اصول کے بچاؤ میں آئمہ معصومین علیہم السلام کے کردار کا اعتراف کیا ہے اور دونوں فریقین (شیعہ، سنی) کے ہاں ایسی کتابوں کی کوئی کمی نہیں۔

حق کو چھپانا اور تاریخ میں تحریف کرنا:

مذکورہ مطالب کے پیش نظر کیا یہ بے انصافی نہیں ہو گی کہ ایک مصنف حق اور ولایت کے اصلی محرک سے چشم پوشی کرتے ہوئے حدیث غدیر کے واقعے کو صحیح طور پر بیان کرنے کی بجائے آیت کے شان نزول سے ہٹ کر اسے ایک انتہائی چھوٹے اور غیر اہم واقعے کا

رنگ دے کر بیان کرے؟[۱]

کتابچے کے مصنف کا دعویٰ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث غدیر کا بیان امیر المومنین علیہ السلام کے یمن کی طرف سفر اور تولیہ سے متعلق فرمایا ہے جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج ادا کرنے کا عزم فرمایا اور لوگوں کو حج کے مناسک کی انجام دہی کا حکم دیا تو علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے نام (جو اس وقت یمن میں تھے) ایک خط تحریر فرمایا کہ یمن سے حج کے لئے روانہ ہو جائیں۔ علیؑ نے ایک شخص کو فوج کا سرپرست مقرر فرمایا اور خود حج کے لئے روانہ ہوئے۔ سپاہیوں نے وہ تولیے پہن لئے جو انہوں نے اہل نجران سے ٹیکس کے طور پر وصول کئے تھے۔ جب علیؑ مکہ پہنچے تو پیغمبرؐ بھی مدینہ سے پہنچ چکے تھے۔ پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ کو حکم دیا کہ وہ احرام کی حالت میں اپنی فوج کی طرف لوٹ جائیں۔ جب علیؑ سپاہیوں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ انہوں نے نجران سے لئے ہوئے تولیے پہن رکھے ہیں۔

آپؑ نے اس خلاف ورزی کے لئے ان کے سرپرست پر اعتراض کیا کہ اس نے یہ تولیے پیغمبرؐ کی خدمت میں پیش کرنے سے قبل اپنے سپاہیوں کو کیوں پہننے دیئے؟ اس شخص نے جواب دیا: سپاہیوں نے مجھ سے التماس کی کہ ایک بار یہ تولیے پہن کہ احرام باندھ لیں پھر انہیں حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ علیؑ نے وہ تولیے ان سے واپس وصول کئے جس پر وہ لوگ ناراض ہو گئے۔ لہٰذا وہ رسول اللہؐ کے پاس

---

[۱] داستان بریدہ.

گئے اور علیؑ کی شکایت کر دی۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں برا بھلامت کہو کیونکہ وہ خدا کے سلسلہ میں پکے ہیں اور اپنے دین کا سودا نہیں کرتے۔[1]

شکایت کرنے والے خاموش ہوگئے۔ اب انہیں پیغمبر اسلامؐ کے نزدیک حضرت علی علیہ السلام کے مقام اور مرتبے کا علم ہوگیا اور وہ سمجھ گئے کہ انہیں حضرت علی علیہ السلام کی برائی نہیں کرنی چاہیے۔[2]

کتابچے کے مصنف نے دعوی کیا ہے کہ غدیر خم وہ جگہ تھی جہاں یمن سے لوٹنے والے سپاہی اور مکہ سے لوٹنے والے حجاج کا آمنا سامنا ہوا اور ایسی حالت میں حضورؐ نے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" والی حدیث ارشاد فرمائی۔

لہٰذا یہ حدیث یمن میں ہونے والے واقعات سے متعلق تھی اور حضرت علی علیہ السلام کی امامت کے اعلان سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا!

یہ دعویٰ ایک تاریخی مغالطے سے زیادہ کچھ نہیں جس کی چند وجوہات کی بناء پر تردید ممکن ہے۔

۱۔ تولیوں کا موضوع، سپاہیوں کی حضرت علی علیہ السلام کے جانشین کی طرف سے اجازت اور حج کے اعمال سے پہلے ان کا بطور احرام پہننے کا وقت حضورؐ کی مکہ میں موجودگی کا وقت تھا۔ جبکہ حدیث غدیر تمام

---

[1] ارفعوا السنتکم عن علی بن ابی طالب، فانہ خشن فی ذات اللہ عزوجل غیر مداھن فی دینہ.

[2] بحار الانوار، ج۲۱، ص ۳۸۴ اور ۳۸۵؛ ارشاد مفید، ص۷۹ اور ۸۰.

مورخین اور مفسرین کے مطابق اٹھارویں ذی الحجہ کو دن اور حج کے اعمال کی انجام دہی کے بعد اس وقت بیان کی گئی جب تمام لوگ مدینے کی طرف لوٹ رہے تھے۔ جس کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث یمن کے سپاہیوں اور حجاج کے روبرو ہونے کے وقت بیان نہیں کی گئی۔

۲۔ حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اپنے مطلب اور پیغام کے حوالے سے تولیوں کے واقعے سے کوئی تعلق نہیں رکھتی اور جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ پر اعتراض کرنے والوں کا جواب دوسرے لفظوں میں دیا ہے جس میں علی علیہ السلام کے پکے مسلمان ہونے، بیت المال کی حفاظت اور دین کے خلاف مخالفین کے ساتھ کسی بھی قسم کا سودا نہ کرنے کی باتیں ہوئی ہیں جس کے ساتھ ولایت کے مسئلے کا کوئی تعلق نہیں۔

۳۔ سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ کیا یہ کوئی عقلی اور منطقی بات لگتی ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گرم ہوا اور ایسے بیاباں میں جہان پانی تھا نہ سبزہ، حجاج کے ایک جم غفیر کو (جن کی تعداد اسی ہزار سے لے کر ایک لاکھ بیس ہزار تک بتائی جاتی ہے) نماز اور اس کے بعد جلسے کے لئے جمع ہونے کا حکم جاری فرماتے اور اونٹوں کے پالانوں سے منبر بنوا کر اور اس منبر کے اوپر جا کر نماز ظہر کے بعد ایک ایسا طویل خطابہ ارشاد فرماتے وہ بھی صرف اس لئے کہ امام علی علیہ السلام کے ایک پکے مسلمان ہونے پر اعتراض کرنے والوں کا جواب دیا جائے؟!

تاریخ نگاری کا فریب:

اس مصنف نے تاریخ میں رونما ہونے والے دو واقعات کو جن میں سے ایک حج کے مناسک سے پہلے مکہ میں (داستان.بریدہ اور تولیوں کے واقعے کی صورت میں) رونما ہوا جبکہ دوسرا واقعہ اعمال حج کی انجام دہی کے بعد غدیر خم کے مقام پر پیش آیا، انتہائی بھونڈے اور گمراہ کن طریقے سے آپس میں ملا کر ایک واقعے کی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس میں اس نے حدیث ولایت کو غدیر خم کے واقعے کی بجائے یمن کے واقعے سے ملانے کی کوشش کی ہے۔ اس کام سے اس کا مقصد ایک تاریخی حقیقت کو چھپانا اور قارئین کو گمراہ کرنا ہے تاکہ اپنے اسلاف کی خطائوں کو کسی دوسرے کی غلطی کے طور پر پیش کرسکے!! اس کے حدیث غدیر کو بعد زید بن ارقم سے نقل کرتے ہوئے حدیث تقلین (قرآن و اہل بیت السلام) کا تذکرہ غدیر کے اصلی مرکز و محور یعنی حدیث ولایت کے بغیر کیا ہے۔ جبکہ تمام مورخین اور حدیث کے ماہرین کے مطابق اپنی زندگی کے آخری برس میں حضورؐ نے حدیث غدیر کو حدیث ثقلین، مسئلے ولایت اور دیگر اہم مطالب ومفاہیم کے ساتھ امت کے سامنے پیش کیا تھا۔ ایسی تاریخ نگاری اور اس طرح استفادہ کرنا ایک واضح خیانت ہے جس سے تمام مسلمانوں کو پرہیز کرنا چاہیئے۔

لیکن تعصب اور حق کے خلاف بغاوت نے اس مصنف کو اس بات کی اجازت ہی نہیں دی کہ وہ حقیقت کا اعتراف کرے۔ اس حیقیقت کا اعتراف جس کا ذکر کئی صدیوں سے شیعہ اور سنی کتابوں میں مرقوم چلا

آرہا ہے اور اس کا ثبوت قرآنی آیات اور روایات کی روشنی میں پیش کیا جاچکا ہے۔

داستان بریدہ میں تحریف:

اس کتابچے کے لکھنے والے نے یمن کے واقعے میں رونما ہونے والی داستان بریدہ کو مسند احمد حنبل اور بعض دیگر تاریخ اور روایات کی کتابوں سے نقل کیا ہے جس کے مطالعے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اس داستان میں اپنی طرف سے کمی بیشی کی ہے اور اس نے ایسا خاص مقصد کے حصول کے تحت کیا ہے کیونکہ اس کی بیان کردہ داستان اور مذکورہ کتابوں میں بیان کردہ داستان ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ مسند احمد بن حنبل اور خصائص نسائی وغیرہ میں یہ داستان کچھ اور انداز سے بیان ہوئی ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں آیا ہے: جب بریدہ نے خالد بن ولید کی طرف سے لکھے گئے خط کو حضور کے سامنے پیش کیا جس میں حضرت علیؑ کے برتاؤ پر تنقید کی گئی تھی، تو حضورؐ کے چہرے پر غصے کے آثار ظاہر ہوگئے اور آپؐ نے فرمایا:

(لا یقع فی علی فانہ منی وانا منہ وھو ولیکم بعدی وانہ منی وانا منہ وھو ولیکم بعدی)[1]

دیگر کتب میں کچھ یوں آیا ہے: (...وھو ولی کل مومن بعدی)؛

---

[1] ا۔ مسند احمد ج ۵، ص ۳۵۶؛ خصائص نسائی، ص ۱۰۶؛ مستدرک الصحیحین ۳/۱۱۱؛ مجمع الزوائد، ۹/۱۳۷؛ کنزالعمال، ج ۱۲/۲۰۷. نک: معالم، ج ۱، ص ۱۴۵ اور ۱۴۶.

علیؑ کے بارے میں برا بھلا نہ کہو کیونکہ وہ مجھ سے ہے ہیں اور میں ان سے ہوں (ہم ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں) اور وہ میرے بعد تم لوگوں پر ولایت رکھنے والے ہیں (اس بات کو دو مرتبہ دہرایا) اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں۔

اس روایت (جسے اہل سنت کے مورخین اور ماہرین علم حدیث نقل کرتے ہیں) کا غدیر کے واقعے سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ تاہم اس واقعے پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اس بات پر تاکید فرمائی ہے کہ:

علی بن ابی طالب میرے بعد تمہارے ااور ہر مومن کی ولی ہیں۔ ایسا اس لئے کہا گیا تاکہ علی علیہ السلام کی ولایت کی منزلت یہاں بھی واضح طور پر بیان ہو کہ جو لوگوں کے دلوں اور ذہنوں میں اچھی طرح بیٹھ سکے اور بعد میں کسی کے لئے اس بارے میں کسی شک وتردید کی گنجائش باقی نہ رہے۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے بھی اس کتابچے کے مصنف نے یہ روایت نقل کرتے وقت مسند احمد بن حنبل سے دریغ کرتے ہوئے اس روایت کو بیان بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ بدنام کردیا ہے!

ناگفتہ نہ رہے کہ بعض مولفین نے حدیث بریدہ کو آٹھویں صدی ہجری سے مربوط بتایا ہے[۱] اور بعض لوگوں نے اس واقعے کی جگہ مدینہ لکھی ہے۔[۲]

---

[۱] ۱۔ احمد زینی دحلان، السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ۳۷۱

[۲] ۲۔ المعجم الاوسط، ج ۶، ص ۱۶۲، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۲۸.

ولایت، قرآن کی نظر میں:

کتابچے کے مصنف نے امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کے بارے میں ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ اگر امامت ایک سچا اسلامی اصول ہے تو اس کا ذکر قرآن میں کیوں نہیں آیا؟ اس اعتراض سے متعلق ہمارا جواب کچھ یوں ہے:

۱۔ ہر چند قرآن کریم میں واضح طور پر حضرت علی علیہ السلام کا نام نہیں آیا لیکن اس کے باوجود مختلف آیات ایسی ہیں جن میں قطعی قرینوں کے ساتھ آپؑ کی ولایت کا تذکرہ ملتا ہے: جیسے:

آیہ تبلیغ: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ[1]

آیہ اکمال دین اور اتمام نعمت: الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا[2]

آیہ ولایت: إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ[3]

آیہ اولی الامر: أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ[4]

---

[1] المائدہ، ۶۷

[2] المائدہ، ۳

[3] المائدہ، ۵۵

[4] النساء، ۵۹

اس بنا پر اہل سنت اور اہل تشیع کی اکثر تفسیروں کی کتابوں میں آیہ تبلیغ کے ذیل میں کچھ یوں بیان ہوا ہے:

(يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ) "فی علی"[۱]

جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ، اہل حدیث اور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت حضرت امیر المومنین علیؑ کی ولایت کے بارے میں نازل ہوئی۔ قرآن میں موجودہ بعض دوسری آیات بھی ایسی ملتی ہیں جن کی تفسیر مختلف مفسرین کے مطابق مذکورہ آیت کی تفسیر سے مشابہ ہے۔

۲۔ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ سنت رسولؐ ہر موضوع کے لئے آخری حجت کی حیثیت رکھتی ہے اور رسول اللہؐ کے افعال و اقوال کسی موضوع کے بارے میں ایسے دلایل ہیں جن سے انکار ممکن نہیں ہے۔ بالخصوص جب پیغمبر اسلام ﷺ کا کوئی قول قطعی صورت اختیار کر جائے اور جس کے بارے میں تاکید کی جائے کہ اس حدیث کی خلاف ورزی کسی صورت جائز نہیں۔ حدیث غدیر بھی انہیں خبروں میں سے ایک ہے جس کے بارے میں کسی نے بھی شک و تردید کا اظہار نہیں کیا اور حسب ضرورت سب نے اس کے حوالے دیئے ہیں۔ ہر چند تعصب اور اسلاف کی خلاف ورزیاں اس بات کی اجازت نہیں

---

[۱] الغدیر، ج ۱، ص ۲۱۴ سے ۲۲۳ تک، جس میں اہل سنت کے بزرگوں کی تیس کتابوں سے نقل کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ آیہ تبلیغ غدیر کے دن حضرت علی (ع) کی ولایت کے بارے میں نازل ہوئی ہے. شیعہ کتابوں میں بھی ائمہ معصومین (ع) سے منقول یہی بات ملتی ہے.

دیتیں کہ باقی لوگ اس حدیث پر اپنے ایمان کا سچائی اور دلیری کے ساتھ اظہار کریں۔

حدیث غدیر کے علاوہ بھی "حدیث دار" اور "حدیث منزلت" میں حضرت علی علیہ السلام کے وصی ہونے کے بارے میں مستحکم اور یقینی بیانات ملتے ہیں جن کے بارے میں شک و تردید کی کوئی گنجائش نہیں۔

۳۔ ضروریات دین سے متعلق بھی اکثر باتوں کی وضاحت قرآن میں نہیں آئی۔ لیکن سنت اور سیرت نبویؐ نے اس کی توضیح و تشریح فرمائی ہے۔

مثال کے طور پر نماز کی کیفیت قرآن میں نہیں آئی۔ قرآن میں صرف نماز کے قیام کی بات ہوئی ہے۔ کتاب الٰہی کے کس حصے میں بیان ہوا ہے کہ صبح کی نماز دو رکعات، مغرب کی نماز تین رکعات اور ظہر، عصر اور عشاء کی نمازیں چار چار رکعات پر مشتمل ہونی چاہئیں؟ یا ہر رکعت میں دو سجدے کرنا لازمی ہے یا نماز سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کے ساتھ شروع کرنی چاہیے؟ اور ان جیسے دوسرے چھوٹے چھوٹے نکات۔

اسی طرح روزہ، زکات اور شریعت کے دیگر قوانین جنہیں سیکھنے کے لئے مسلمانوں نے حضورؐ کے اقوال اور افعال کی پیروی کی ہے!! کیونکہ قرآن کریم نے فرمایا ہے: جو کچھ بھی رسول تمہیں دیدے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کر دے اس سے رک جاؤ:

"...وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا..."[۱]

اور یہ قرآن کہہ رہا ہے کہ: وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خواہش سے کلام بھی نہیں کرتا ہے۔ اس کا کلام وہی وحی ہے جو مسلسل نازل ہوتی رہتی ہے:

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى * إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى"[۲]

وہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو صرف اس امر کا اتباع کرتے ہیں جو خدا کی طرف سے ان پر وحی کی جاتی ہے: "إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ"[۳]

۴۔ جب حضورؐ نے اپنی دعوت کے آغاز اور حدیث دار سے لے کر حجۃ الوداع تک مختلف موقعوں پر انتہائی وضاحت کے ساتھ اپنے اقوال اور افعال کے ذریعے اپنے بعد حضرت امیر المومنین علیؑ کی جانشینی کا بیان اور حکم جاری فرما دیا تو اس کے بعد قرآن میں امام علیؑ کے نام اور ان کے ہاتھ پر لوگوں کی بیعت کے ذکر کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس کے علاوہ جہاں منافقین کے دل حسد سے بھرے ہوئے تھے وہاں قرآن میں حضرت علیؑ کے نام کے ذکر سے لوگوں پر اس کے منفی اثرات مرتب ہو سکتے تھے اور یہ بھی ممکن تھا کہ اس طرح دشمنی اور حسد کی آگ میں پتتے منافقین قرآن ہی میں تحریفات کرنے لگتے اور بعض آیات قرآن سے خارج کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔

ایسی صورت میں امت مسلمہ کے درمیان یقینا ایسے اختلافات جنم

---

[۱] سورہ حشر، آیت نمبر ۷

[۲] سورہ نجم، آیات ۳ اور ۴

[۳] سورہ یونس، آیت نمبر ۱۵

لیتے جو دین کی اساس کمزور کرنے کا باعث بن سکتے تھے اور یقیناً ایسا ہی ہوتا۔ اس لئے رسول اللہؐ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کے برملا اظہار اور اعلان کے نتیجے کے طور پر لوگوں کی طرف سے ہونے والی مخالفت سے خائف تھے اور پھر آیہ تبلیغ نازل ہوئی جس میں رسول اللہؐ کو تسلی دی گئی کہ خداوند تعالی انہیں باغیوں کی چالبازی اور دشمنی سے محفوظ رکھے گا۔ جس کے بعد رسول اللہؐ نے غدیر خم کے موقع پر اس اہم پیغام کا ابلاغ فرمایا۔

خلاصہ: قرآن کریم میں امامت کے اثبات اور حضرت علی علیہ السلام کے نام کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جو کچھ آیہ تبلیغ، آیہ اکمال دین اور آیہ اولی الامر وغیرہ میں بیان ہوا ہے، سنت نبوی نے قطعی طور پر اس کی تشریح کرتے ہوئے اس کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

مولا اور ولایت کا مفہوم:

کتابچے مصنف ایک اور باب میں کہتے ہیں: لفظ "مولا" کے کئی معنی ہیں جیسے سردار، اطاعت کرنے والا، نزدیک اور مدد کرنے والا وغیرہ لہٰذا اس کے کسی ایک مطلب پر تکیہ کرنا صحیح نہیں۔

جواب: بعض یقینی شواہد اور قرینے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہاں مولا کے معنی فرمانبردار، ولی امر، باگ ڈور سنبھالنے والے اور منصب کے عہدہ دار کے علاوہ کچھ نہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں اور روایات میں رسول اللہؐ کے اقوال و احادیث میں بھی یہ لفظ انہیں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ابن عباس نقل کرتے ہیں:

"ان النبی قال لعلی انت ولی کل مومن بعدی"[۱]

"پیغمبر اسلام ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہوگے۔" اور مذکورہ دیگر مقامات پر۔

اس کے علاوہ ماہرین لغت اور عرب کے ادباء بھی اسی معنی کی تائید کرتے ہیں۔

یحییٰ ابن حسن کہتے ہیں: "لفظ 'مولا' کے دس معنی ہیں لیکن اس کے اصلی اور سب سے مرکزی معنی جس میں باقی تمام معانی آپ ہی شامل ہو جاتے ہیں، 'تصرف کا اختیار رکھنے والا' ہے جس کا استعمال قرآن کریم، ادبیات اور عرب شعراء کے اشعار میں بھی ملتا ہے۔"[۲]

اس کے علاوہ مفردات میں راغب لکھتے ہیں: "ولی کے کئی معانی ہیں جن میں سے ایک معنی ہیں کسی دوسرے کے حکم کا پیشکار ہونا اور تصرف کا اختیار رکھنے والا؛ یعنی کسی دوسرے کی نسبت زیادہ اہلیت رکھنا جس طرح قرآن میں آیا ہے:

"النبی اولی بالمومنین من انفسھم ..."[۳] لوگوں کے درمیان ان کی نسبت پیغمبر اسلام ﷺ زیادہ سزاوار ہیں، کیونکہ لوگوں میں بہت سے ایسے ہیں جو مصلحت اور خیر کو نہیں جانتے اور پیغمبرؐ پر خدا کی طرف

---

[۱] ا۔ مسند الطیالسی، ج ۱۱، ص ۳۶۰؛ معالم المدرستین، ج ۱، ص ۱۴۷ منقول از الریاض النضرة، ج ۲، ص ۲۰۳.

[۲] ۲۔ عمدة صحاح الاخبار، ص ۱۵۸.

[۳] ۳۔ المفردات فی غریب القرآن، مادہ "ولی"

سے ذمہ داری عائد کی گئی ہے اور وہ وحی کے سہارے لوگوں کے حالات سے باخبر ہو جاتے ہیں اس لئے وہ لوگوں کے درمیان ان کی نسبت زیادہ سزاوار ہیں۔

اس نکتے پر غور کرنا ضروری ہے کہ رسول اللہؐ نے غدیر کے واقعے کے وقت لوگوں سے پوچھا: ”الست اولی بکم من انفسکم“ کیا میں تم پر تمہاری نسبت زیادہ سزاوار نہیں ہوں؟ اور انہوں نے **جواب دیا:** جی ہاں یا رسول اللہ! کیوں نہیں!! اس کے بعد پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: ”من کنت مولاہ فعلی مولاہ“۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آیت کا نزول ہوتا ہے، رسول اللہؐ کی ولایت کا لوگوں سے اعتراف کرایا جاتا ہے، لوگ پیغمبر اسلام ﷺ کی ولایت کا اقرار کرتے ہیں، پھر اس کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: پس علی بھی میری طرح تم لوگوں پر ولایت رکھتے ہیں۔ کیا ان تمام باتوں کا مطلب اس کے علاوہ بھی کچھ ہو سکتا ہے کہ علی علیہ السلام کی لوگوں پر ولایت بالکل رسول اللہ ﷺ کی طرح ہے؟

ابن منظور نے لسان العرب میں مادہ "ولی" کے ذیل میں ابن اثیر کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: "حدیث میں لفظ 'مولا' کا استعمال مکرر صورت میں (یعنی دو بار) ہوا ہے۔ یہ لفظ کئی جگہوں پر استعمال ہوا ہے جیسے "رب، مالک، سید، منعم، معتق، ناصر، محب، تابع وغیرہ" جن میں سے ہر مقام پر اس لفظ کے کچھ اپنے خاص معانی ہیں۔" اس کے بعد اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"وَلایت"** کے معنی نسب، کامیابی اور عتق جبکہ "وِلایت" کے معنی امارت کے ہیں۔ اس کے **بعد** "من

کنت مولاہ فعلی مولاہ" کی حدیث کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: اس حدیث میں مولا کے لئے یہی معنی سب سے بہتر ہے۔ شافعی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہاں اس کے معنی وہی ولائے اسلام کے ہیں کہ خداوند تعالی نے فرمایا:

"ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاَنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ"

اس کے بعد انہوں نے حضرت علیؑ سے ہونے والی عمر بن خطاب کی گفتگو بیان کی ہے جس میں انہوں نے کہا: "اصبحت مولای و مولی کل مومن" پھر اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: جو کسی کے حکم کا عہدہ دار ہوتا ہے وہ اس شخص کا ولی کہلاتا ہے۔[1]

مذکورہ بالا مطالب ان اقوال کا ایک چھوٹا سا حصہ ہیں جو ماہرین لغت، ادباء اور اہل خبرہ نے قرآن اور روایات میں استعمال ہونے والے الفاظ "ولی" اور "مولا" کی تفہیم کے لئے بیان ہیں۔ جیسا کہ دیکھتے ہیں کہ ان تمام کی توجہ اور ان کا اشارہ اسی قرآنی مفہوم کی طرف ہے یعنی اولی بالتصرف ہونا دوسرے کے امور پر اختیار رکھنا، سرداری اور امارت اور یہی حدیث ولایت کا مقصود ہے جس میں کسی تردید اور شک و ابہام کی گنجائش نہیں ہے۔

ولائے محبت اور ولائے حاکمیت:

بعض لوگ اپنی تشریحات میں حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے کوشش کرتے ہیں کہ حدیث ولایت کے معنی محبت اور دوستی میں

---

[1] ابن منظور، لسان العرب، مادہ ولی.

منحصر کردیں ۔ یہ تاویل کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہے۔ ہر چند آنحضرتؐ کی محبت اور دوستی بھی ایمان کا لازمی حصہ ہے جس کی تاکید بھی کی گئی ہے۔ دوستی اور محبت مومنوں کے دلوں کے درمیان ایک دوسرے کی طرف کشش کا باعث بنتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

"وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ"[1]

معاشرے میں مومنوں کو چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کے دوست بن کر رہیں اور اس بات کا تعلق کسی خاص شخص یا شخصیت سے نہیں ہے۔ البتہ اولیاء اللہ کی محبت ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس لئے ذوی القربی کی مودت قرآن مجید میں ایک خاص مقام و مرتبہ کی حامل ہے:

"...قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى"[2]

قدرتی طور پر جب یہ محبت وجود میں آتی ہے تو اطاعت اور تسلیم جیسے اعمال بھی خود بخود وجود میں آجاتے ہیں۔

کیا یہ ممکن ہے کہ ہم حدیث دار سے لے کر غدیر کے دن تک پیغمبر اکرم ﷺ کی اتنی ساری روایات کو جن میں انہوں نے امیر المومنینؑ کی ولایت، وصایت (**وصی ہونا**) اور خلافت کا ذکر کیا، جن پر قرآن کی طرف سے ہونے والی تاکید، تصریحات اور قرائن و شواہد بھی موجود ہیں، صرف محبت جیسے موضوع پر محمول کریں؟! کیا اس تاریخی خطبے

۱۔ سورہ توبہ، آیت نمبر۷۱.

۲۔ سورہ شوری، آیت نمبر ۲۳.

اور غدیر خم کے منشور کو، جن میں صرف اور صرف امیر المومنینؑ کی وصایت اور خلافت کا ذکر ہوا ہے، صرف محبت جیسے لفظ پر ختم کردیں؟

کون عاقل انسان اس بات کو قبول کرتا ہے کہ رسول اللہؐ اس تاریخی موقع پر اور اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے شہر کے مسلمانوں کو حج کی دعوت دیں اور ایک لاکھ سے زائد لوگوں کو غدیر کے مقام پر جمع فرمائیں اور پھر ایک طولانی تقریر میں ان لوگوں کے سامنے علیؑ کا تعارف کریں اور ان کی ولایت کے بارے میں باتیں کرنے کے بعد لوگوں کو حضرت علیؑ کی بیعت کرنے کی دعوت دیں اور ان تمام باتوں کا مطلب اور مقصد یہ بیان کرنا ہو کہ لوگوں علیؑ کو اپنا دوست سمجھو!! جبکہ محبت کرنے پر تاکید کے لئے اتنی تفصیل اور انتظامات کی یقیناً کوئی ضرورت نہیں ہوتی تھی!

بے بنیاد اعتراضات:

کہتا ہے: پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کی ولایت کے موضوع کو عرفات یا مدینے میں کیوں نہیں کیوں نہیں بیان کیا؟

اس سوال کا بے بنیاد ہے۔ کیونکہ پیغمبر اکرمؐ جہاں بھی خطبہ ارشاد فرماتے "یہاں کیوں اور وہاں کیوں نہیں؟" والی بات دہرائی جاتی۔ اس کے علاوہ عرفات کا مقام حج کے مناسک انجام دینے کے لئے تھا۔ حاجی لوگ یا تو اپنے اپنے خیموں میں بیٹھے عبادات میں مشغول تھے یا پھر بیابانوں کے اطراف میں بکھرے ہوئے تھے۔ اس لئے یہ جگہ خطبہ کے لئے کوئی مناسب جگہ نہیں تھی اور مخاطبین کی توجہ حاصل نہیں کی

جا سکتی تھی۔ دوسری بات یہ کہ وہاں ہونے والا خطاب حج کے اعمال کی نذر ہو جاتا اور ولایت اور خلافت کا مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آنا مشکل تھا۔ اس لئے خدا کا پیغام اس وقت ملا جب خانہ خدا کے زائرین اس نقطے پر پہنچ چکے تھے جہاں سے کاروانوں کی شکل میں انہیں ایک دوسرے سے جدا ہونا تھا۔ جہاں سے انہیں اپنے اپنے وطن جانا تھا اور یہ جگہ اس حکم کے اعلان کے لئے سب سے مناسب جگہ تھی۔ یقیناً خدا کے حکم کے آگے کسی چوں وچرا کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر مدینہ میں یہ خطبہ پڑھا جاتا تو اکثر لوگ اس سے بے خبر ہی رہ جاتے۔

اس تاریخ کے بعد غدیر خم کا مقام ایک گمنام مقام نہ رہا بلکہ ایک تاریخ ساز علاقہ اور تشنگان حقیقت کی پیاس بجھانے کا مرکز بن گیا جس کے بغیر حج کا مفہوم بھی مکمل طور پر سمجھ میں آنا ممکن نہیں ہے۔ اور یہی عرفات، منا اور دیگر اعمال و عبادات میں روح و جان ڈال دیتا ہے اور اصلی مومنوں کی شناخت اس جگہ پڑھے جانے والے خطبہ کے مفہوم یعنی ولایت علی علیہ السلام کے اعلان کے وسیلے ہی سے ممکن ہے۔ جیسا کہ رسول اللہؐ فرماتے ہیں:

”لولا یا علی لم یعرف المومنون بعدی“[1]

" اے علیؑ اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد مومنوں کی شناخت ممکن نہ ہوتی۔"

---

[1] کنز العمال، حدیث نمبر ۳۶۴۷۷

قرآن سے ولایت کے بارے میں ایک اور دلیل:

امام علیؑ کی ولایت کے بارے میں قرآن کی ایک دوسرے دلیل ذیل کی آیت ہے:

"إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ"[1]

ترجمہ: یقینا تمہارا ولی اور سرپرست خدا اور اس کے رسولؐ ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے، وہی جو نماز بپا کرتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکات دیتے ہیں۔

اس آیت میں چند توجہ طلب نکات ہیں:

۱۔ تمام مفسرین کی متفقہ رائے کے مطابق جس شخص نے رکوع کی حالت میں زکات دی اور سائل کو اپنی انگوٹھی بخشی، وہ حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ اس لئے یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے لئے نازل ہوئی ہے۔[2]

۲۔ اس آیت نے امیر المومنین علیؑ کی قدر و منزلت میں کافی اضافہ کر دیا جو ان کے علاوہ کسی اور کے لئے ممکن نہ تھی اور وہ منزلت وہی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ولایت تھی۔ ایک ایسا انسان جس کی ولایت کا ذکر خدا اور رسولؐ کی ولایت کے ساتھ ہوا ہو، اس کے لئے

---

[1] ۱۔ سورہ مائدہ، آیت نمبر ۵۵.

[2] ۲۔ تفسیر طبری، شواہد التنزیل، اسباب النزول، معالم، ج۱، ص۱۵۶.

انتہائی شائستگی، کمالات اور فضیلت کا ہونا از حد لازمی ہے تاکہ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی جگہ بیٹھ سکے اور ولایت الٰہی کا عہدہ سنبھال سکے اور حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت ایسی ہی تھی، کیونکہ حضرت علی علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفس ہونے کا امتیاز حاصل تھا۔ قرآن کریم میں حضرت علیؑ کا نام لئے بغیر ارشاد ہوتا ہے:
(...وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ...)[1]

جو تمام مفسرین کے مطابق پیغمبر اسلام ﷺ کے مباہلہ کا واقعہ ہے جہاں حضرت علی علیہ السلام، حضرت فاطمہؑ اور حسنینؑ موجود تھے۔ اس لئے وہ واحد انسان جنہیں نبیؐ کے خلیفہ ہونے کا حق ہے علی ابن ابی طالبؑ ہیں جو پیغمبرؐ کے بعد سب سے مکمل اور جامع شخصیت اور رسالت کے علاوہ تمام امور میں حضورؐ کی طرح ہیں۔

۳۔ ہر چند اس آیت میں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے لیکن اس کا مقصود حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی اور نہیں۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ آیت جمع کی صورت میں کیوں نازل ہوئی ہے: ''الَّذِينَ آمَنُوا ہے: (...وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ...يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ''

جواب: ایک فرد کے لئے جمع کے صیغے کا استعمال شایعی ہے۔ جس طرح آیہ مباہلہ میں "نِساءَنا" کا استعمال جمع کی صورت میں ہوا ہے لیکن اس کا اشارہ فرد واحد یعنی حضرت فاطمہؑ کی ذات مبارکہ کی طرف ہے۔ قرآن میں ایسی مثالیں اور بھی ہیں۔[2]

---

[1] آل عمران، ٦١

[2] معالم المدرستین، ج ۱، ص ۱۵۷.

قرآن میں "اولی الامر" کی ولایت:

امیر المومنین علی علیہ السلام اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی ولایت کا ثبوت فراہم کرنے والی دیگر آیات میں آیہ:

(اولی الامر) یعنی: ”أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ“[۱]

ترجمہ: ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔

اکثر روایات میں ہے کہ "اولی الامر" سے مراد حضرت علیؑ اور ان کے بیٹے علیہم السلام ہیں۔ ان روایات کا بیان شیعہ کتابوں کے علاوہ اہل سنت کے ہاں بھی ملتا ہے، جیسے شواہد التنزیل میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: اولی الامر کون لوگ ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا:

(انت اولھم؛ تم ان میں پہلے ہو)۔[۲]

نیز مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ (وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”علی بن ابی طالب ولاہ اللہ الامر بعد محمد...“

علی ابن ابی طالب علیہا السلام پیغمبرؐ کے بعد لوگوں کے لئے خدا کی جانب سے انتخاب کردہ حاکم ہیں۔

۱۔ النساء، ۵۹

۲۔ معالم المدرستین، ص ۱۵۹، منقول از شواہد التنزیل.

ابو بصیر سے منقول ہے کہ کہتے ہیں: میں نے امام محمد باقرؑ سے اس آیت کے معنی پوچھے۔ امامؑ نے فرمایا: (نزلت فی علی بن ابی طالب) ابو بصیر کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: لوگ کہتے ہیں: خدا نے قرآن میں علی علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام کے ناموں کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

امامؑ نے فرمایا:

لوگوں کو یوں جواب دو: حضورؐ پر صرف نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا یہ بتائے بغیر کہ رکعتوں کی تعداد تین ہونی چاہیے یا چار۔ یہ رسول اللہؐ تھے جنہوں نے نماز کی رکعتوں کا تعین فرمایا۔ حج کا حکم تو خدا کی طرف سے نازل ہوا لیکن اس میں نہیں بتایا گیا کہ سات مرتبہ خانہ خدا کا طواف کیا جائے۔ یہ رسول اللہؐ ہی تھے جنہوں نے طواف کی رسومات کی توضیح و تشریح فرمائی۔

اسی بنیاد پر خدا کا حکم نازل ہوا کہ:

(أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ)[1]

یعنی اللہ کی اطاعت کرو، رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو" جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام، حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں شہادت دے رہی ہے۔ پس اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میں تم مومنین کو آگاہ کر رہا ہوں کہ خدا کی کتاب اور میرے خاندان کا ساتھ کبھی نہ چھوڑنا، کیونکہ میں نے خدا سے دعا مانگی ہے کہ قرآن اور میرا خاندان کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں جب تک کہ

---

[1] النساء، ۵۹

دونوں قیامت کے دن حوض کوثر مجھ سے نہ مل جائیں، اور خدا نے میری دعا قبول فرمائی"۔[1]

اس روایت میں اولی الامر کی جو تفسیر بیان ہوئی ہے، ہم اسے دو دلایل کی روشنی میں عین حقیقت کہہ سکتے ہیں:

۱۔ لوگوں کے لئے اولی الامر یا حکمران ہونا کوئی معمولی منصب نہیں ہے جو خدا اور رسولؐ کے بعد کسی کے بھی سپرد کردیا جائے۔ اس کے لئے وہی انسان سب سے مناسب ہے جو ہر قسم کی جہالت، ظلم و ستم، گناہوں اور بغاوتوں سے پاک اور رسول اللہؐ کے نقش قدم پر چلنے والا ہو۔ مزید یہ کہ یہ انسان نبوت کے علاوہ باقی تمام کمالات اور فضائل میں پیغمبر اسلام ﷺ کی طرح جلال و جمال الہی کا مظہر اور امانتدار ہو۔ ایسے انسان کے لئے لازمی ہے کہ وہ تمام خطائوں سے پاک اور علم و عمل اور نیکی اور سچائی کی دولت سے مالامال ہو تاکہ اس کے بدن پر خلافت الہی اور ولی امر ہونے کی خلعت پوری آئے۔ یقیناً ان امتیازات کا حامل حضرت علی علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کی شائستگی میں کسی مسلمان کو شک وتردید نہیں ہے۔

۲۔ خدا نے ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور یہ جائز نہیں کہ ہم خدا کے منتخب بندوں (جو علم و عمل، نیکی اور سچائی اور عدل و انصاف کی دولت سے مالامال ہیں) کے علاوہ کسی اور کی اطاعت کریں۔ بالکل اسی طرح جس طرح قرآن نے واضح طور پر فضول خرچوں اور فسادیوں کی اطاعت سے منع فرمایا ہے:

---

[1] ۱۔ معالم المدرستین، ج۱، ص ۱۵۹ اور ۱۶۰، منقول از شواہد التنزیل۔

"وَلا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ * الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الأَرْضِ وَلا يُصْلِحُونَ"[1]، اس لئے جب خداوند اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیتا ہے تو اس کی مراد ہر حاکم نہیں بلکہ وہ حکام ہیں جو اس کے لازمی شرائط کے حامل ہوں جن کا معیار قرآن نے معین کیا ہے اور جنہیں رسول اللہؐ نے بیان فرمایا ہے۔

حدیث متواتر "ثقلین":

مصنف نے حدیث ثقلین کو دوسرے باب میں ، جس پر تمام مسلمان اور فرقے متفق ہیں۔ تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے لکھا ہے: اس حدیث کے راویوں میں عطیہ عوفی، قاسم بن حسن اور زید بن الحسن انماطی کوفی کے نام شامل ہیں اور یہ ضعیف راوی ہیں! حالانکہ حدیث غدیر کی طرح اس حدیث پر بھی تمام شیعہ اور سنی ماہرین حدیث کے درمیان اتفاق نظر پایا جاتا ہے، جس میں پیغمبر اسلامؐ فرمایا:

"انی تارک فیکم الثقلین؛ کتاب اللہ وعترتی اهل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا وانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض"[2]

" میں تمہارے درمیان دو قیمتی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: خدا کی کتاب (قرآن حکیم) اور اپنی عترت؛ اہل بیت علیہم السلام۔ جب تک تم اس کو مضبوطی سے تھامے رہوگے، ہر گز گمراہ نہیں ہوگے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہر گز جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ حوض

---

۱ ۔ سورہ شعراء، آیات ۱۵۱ اور ۱۵۲.

۲ ۔ بحار الانوار، ج ۳۵، ص ۱۸۴

کوثر پر مجھ سے مل جائیں گے۔"

حضورؐ بعض دیگر متواتر روایات میں بھی اپنے بعد اماموں کا تعارف کرتے رہے ہیں جن میں شیعہ نقطہ نظر کے مطابق کسی شک کی گنجائش نہیں، ہر چند مذکورہ مصنف جیسے بعض لوگ دوسرے بہت سے حقائق کی اس طرح ان کا بھی انکار کرتے رہیں!

اگر حدیث ثقلین کے کہنے کے مطابق عترت بھی قرآن کریم کے پہلو بہ پہلو ہے تو لازمی ہے کہ جب تک قرآن باقی ہے، عترت (اہل بیتؑ) بھی باقی رہے اور ہر زمانے کے لئے ایک امام (حاضر یا غائب) کا ہونا بھی لازمی ہے۔ اس تذکرہ کا بیان اکثر سنی علماء اور مورخین کے ہاں بھی ملتا ہے جنہوں نے اس بارے میں متعدد کتابیں لکھی ہیں جیسے: "فصول المہمہ" میں ابن صباغ مالکی، " اور کتاب "تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد ﷺ" میں قاضی زنگہ زوری وغیرہ۔

ایک اور مغالطہ:

مصنف اپنے مقالے کے ایک اور حصے میں غدیر کی روایت کے ذیل میں ایک اور مغالطے کا شکار ہوتے ہوئے لکھتے ہیں گیا ہے۔ کہتا ہے:

"پیغمبر اسلامؐ نے نہیں چاہا کہ اہل بیت علیہم السلام میں سے بارہ مشخص اور معین اشخاص کو قرآن کی طرح تشریح کا سرچشمہ قرار دیں۔"

ٹھیک ہے، ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ آئمہؑ (نئی) تشریح کا سرچشمہ نہیں ہیں۔ شیعہ فرقے سے تعلق رکھنے والا اور اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کرنے والا کوئی بھی فرد یہ دعوی نہیں کرتا پیغمبر اسلام ﷺ

نے ان کی امامت کے اعلان کے ذریعہ انہیں قرآن کی طرح تشریح کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔

مقدس شریعت غدیر خم کے موقع پر آیہ:

"الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلَامَ دِينًا"[۱] کے نزول اور ولایت کے اعلان کے ساتھ ہی مکمل ہوئی اور آئمہؑ کوئی نئی شریعت نہیں لاتے۔ یہ تو بس ان بنیادوں پر شریعت کی تشریح اور تفسیر کرتے ہیں جن کی پہلی اینٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے رکھی گئی اور قیامت تک ان میں کمی و بیشی کا کوئی امکان نہیں ہے۔

یہ اعتراض اس عالم میں کیا گیا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اہل سنت کے تعلق رکھنے والے ایک گروہ نے مقدس شریعت میں کچھ ایسی چیزوں کا اضافہ کر دیا ہے جن کا تذکرہ نہ تو قرآن میں آیا ہے اور نہ ہی پیغمبر اسلام ﷺ کی سنت و سیرت میں ان کا نام و نشان ملتا ہے۔ انہوں نے یہ اضافہ خلفاء اور چند صحابیوں کے اعمال و کردار کے پیش نظر کیا ہے اور انہیں شریعت کا حصہ قرار دیا ہے!! مثال کے طور پر پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

"جعلت لی الارض مسجداً و طهوراً" زمین میری سجدہ گاہ اور طہارت کا وسیلہ ہے۔" اس لئے اسی دلیل کی بنا پر شیعہ مٹی پر سجدہ کرتے ہیں۔ جبکہ سنی مٹی پر سجدے کو جائز نہیں سمجھتے۔ اہل سنت ہاتھ باندھ کر نماز ادا کرتے ہیں جس کی مثال سیرت نبویؐ میں کہیں نہیں

---

[۱] سورہ مائدہ، آیت نمبر ۳.

ملتی اور دوسرے خلیفہ نے اسے سنت قرار دیا ہے! یہ لوگ حج کے دوران تمتع اور متعہ کو حرام قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ عمر بن خطاب نے کہا: پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں حلال تھا اور میں اسے حرام قرار دے رہا ہوں!! اور ان جیسے دوسرے مقامات جن کی تحقیق علیحدہ سے ہونے چاہیئے۔ اسی لئے مصنف کے اعتراضات خود اسی کی طرف اور اس کے دوسرے ہم مذہب لوگوں کی طرف پلٹ جاتے ہیں اور شیعہ مذہب پر ان کی تصدیق نہیں ہوتی۔

آخر میں یہ یاد دلاتے چلیں کہ اس مقالے کی تحریر کا اصل مقصد ان اعتراضات اور سوالات کے جوابات فراہم کرنا تھا جو مذکورہ کتابچے میں اٹھائے گئے تھے۔ اسی لئے ہماری کوشش تھی کہ اس مقالے میں طولانی ہونے سے گریز کیا جائے تا کہ قارئین خصوصاً اسکول اور کالج کے نوجوان طلبہ حج اور عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ کی طرف سفر سے پہلے انہیں پڑھیں اور کسی حد تک غدیر کے موضوع اور ولایت کے پیغام سے آشنائی حاصل کرلیں اور تشیع کے روز افزوں پھیلاؤ سے خوف زدہ گروہوں کے اعتراضات کے اثرات سے محفوظ رہ سکیں۔ ورنہ اگر ہم غدیر کی مفصل بحث اور قطعی دلائل پیش کرنا چاہیں تو صفحات کی تعداد ہزاروں اور میگزینوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ جائے گی۔ الغدیر کے مصنف علامہ امینی جیسے اسلاف اور محنتی محققین نے غدیر کے واقعے کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور تمام لوگوں پر حجت تمام کردی ہے۔